وفات عیسیٰ علیہ السلام

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

انکارِ نزول کے جال میں سب سے پہلے وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا دھاگہ پرویا جاتا ہے، وہ لوگ یہ استدلال لیتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام چونکہ وفات پا چکے ہیں اور جو وفات پا چکا ہو، اس کا دنیا میں واپس آ جانا ممکن نہیں رہتا، فلہٰذا آپ کے نزول کی روایات ضعیف اور کمزور ہیں۔

حالانکہ وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا نظریہ خود خطا پر مبنی ہے، کجا اس کو کسی دوسرے نظریے کے لیے سیڑھی بنایا جائے، اہل سنت کے عقیدے کے مطابق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قربِ قیامت بعد از نزول ہوگی اور منکرین نزول کا کہنا ہے کہ ان کی وفات ہو چکی ہے۔

قائلین وفات کے زیادہ تر دلائل موت کے مطلق قانون کے گرد گھومتے ہیں، جبکہ اہل سنت کبھی بھی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے منکر نہیں رہے کہ ان کو اس قسم کے دلائل دیئے جائیں، وہ تو عیسیٰ علیہ السلام کی لمبی زندگی کے قائل ہیں کہ وہ اپنی زندگی گزار لینے کے بعد وفات پائیں گے، ابھی زندہ ہی ہیں۔

منطقی طور پر اہل سنت کے اس اجماعی نظریے کو ٹھکرانے کے لئے چار قسم کے دلائل کارآمد ہو سکتے ہیں۔

① سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر صحیح وصریح نصوص فراہم کی جائیں، جن کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام فلاں سن میں یا فلاں جگہ پر وفات پا چکے ہیں اور اس کا سوائے اس کے کوئی معنی نہ ہو کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو موت آ چکی ہے۔

② یا پھر ایسی نصوص پیش کی جائیں، جن کا مفہوم یہ ہو کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو لمبی زندگی نہیں دی اور نہ دے گا یا لمبی زندگی کامل جانا یا آسمانوں پر زندہ رہنا ناممکن ہے۔

③ یا ایسے دلائل فراہم کیے جائیں، جن کے مطابق جو شخص ایک بار پر آسمان پر چلا جائے، پھر وہاں سے واپس نہ آ سکتا ہو۔

④ یہ بھی ثابت کیا جائے کہ ایک عمومی قاعدے سے کسی شخص کا استثنا ممکن ہی نہیں ہے، مثلاً عمومی قاعدہ ایک صدی تک زندگی کا ہے، لیکن کیا کوئی شخص تین صدیاں بھی زندہ نہیں رہ سکتا؟ نو صدیاں بھی زندہ نہیں رہ سکتا؟ اگر نہیں رہ سکتا، تو دلیل فراہم کی جائے، اگر نہیں رہ سکتا، تو پھر عمومی دلائل دینے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی۔ چیک

قائلین وفات اگر مذکورہ چار قسم کے دلائل فراہم کر سکیں، تو فبہا ونعمت، تب پھر سیدنا عیسی علیہ السلام کی وفات پر بحث کو ایک علمی رنگ دیا جا سکے گا، لیکن یہاں پر ایسی دلیل سرے سے موجود ہی نہیں، قائلین وفات کے دلائل بالکل ذو معنی کلام پر کھڑے ہیں۔ اس کی مثالیں ملاحظہ کیجیے!

مثال نمبر ا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾

(الأنبياء : 34)

''آپ سے پہلے بھی کوئی ہمیشہ نہیں رہا، اگر آپ فوت ہو جائیں تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے؟''

اب اس مثال میں غور وفکر کیجیے، دور تک ایسی دلیل نظر نہیں آئے گی کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

وفات پا چکے ہیں، اس میں ہمیشگی کی نفی ہے اور اہل سنت اس بات کو مانتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی بھی ذات ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے، لیکن ہمیشہ رہنے اور لمبا عرصہ تک رہنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے، مخلوقات کا ہمیشہ رہنا ناممکن اور لمبے عرصے تک رہنا ممکن ہے، عیسیٰ علیہ السلام واپس آنے کے بعد فوت ہوں گے، ان کا جنازہ ہوگا، مسلمان ان کی تدفین کریں گے، ہمیشہ نہیں رہیں گے اور نہ یہ ان کے لائق ہے۔

مثال نمبر۲:

اسی طرح قرآن مجید کی اس آیت کو بھی بہ طور دلیل وفات پیش کیا جاتا ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾

(آل عمران : 144)

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف رسول ہیں، آپ سے پہلے بھی رسول ہو چکے۔''

حالانکہ ''خلا'' ذو معنی لفظ ہے، اس کا معنی موت تو سرے سے ہے ہی نہیں، اس کا معنی ہو چکنا ہے، یعنی فلاں کام ہو چکا ہے، فلاں شخص گزر چکا ہے، فلاں بادشاہ ہو چکا ہے، پاکستان میں مشرف صدر رہ چکا ہے۔

علامہ راغب اصفہانی ''خلا'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَسَّرَ أَهْلُ اللُّغَةِ : خَلَا الزَّمَانُ بِقَوْلِهِمْ : مَضَى الزَّمَانُ وَذَهَبَ .

''اہل لغت نے خَلَا الزَّمَانُ کا معنی یوں کیا ہے کہ زمانہ گزر گیا اور چلا گیا۔''

(المُفردات في غريب القرآن، ص 297)

لہٰذا یہ معنی خطا ہوا، اس پر دلیل کی عمارت کھڑی کیوں کر ہو سکتی ہے، لیکن بالفرض والمحال اگر یہ معنی صحیح ثابت ہو پاتا، تب بھی استثنا کا قانون بہر حال ہر عمومی قاعدے میں

موجود ہے، قرآن کریم میں ہے کہ

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾(الدهر : 2)

''ہم نے انسان کو ملے جلے قطروں سے پیدا کیا اور اسے سمیع و بصیر بنایا۔''

لیکن آدم علیہ السلام اور خود عیسیٰ علیہ السلام اس عمومی قاعدے سے مستثنیٰ ہیں، ان کی پیدائش آیت میں مذکور طریقے سے نہیں ہوئی، پھر اسی آیت میں ہے کہ ہم نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا، لیکن کئی انسان اندھے اور بہرے بھی ہوتے ہیں، تو وہ لوگ اس کلی قاعدے سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر اس آیت کا معنی یوں کیا جاتا کہ ''آپ سے پہلے رسول وفات پا چکے ہیں۔'' تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ان سے استثنا تسلیم کیا جاتا، جبکہ ''خلا'' تو سرے سے یہ معنی ہی نہیں دیتا۔

مثال نمبر ۳:

تیسری مثال اس پر مذکورہ ذیل آیت سے لی جانے والی دلیل ہے، قرآن کریم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ذکر کرتا ہے، وہ روز قیامت اللہ سے عرض کریں گے :

﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾

(المائدة : 117)

''میں جب تک ان میں رہا، ان کے اعمال کا گواہ رہا، جب تو نے مجھے اپنی طرف اٹھالیا، تو پھر تو ہی ان کا نگہبان رہا، (کیونکہ) تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے۔''

اس آیت میں تَوَفّٰی کا معنی موت کیا جاتا ہے، حالانکہ اس کا معنی ''موت'' نہیں، بلکہ اس کا معنی ''اٹھایا جانا'' ہوتا ہے، البتہ یہ لفظ مجازا موت کیلئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔

اور یہ ایک قاعدہ ہے کہ جس کلام میں دو معانی موجود ہوں، اس کو حقیقی معنی سے پھیرنے کے لئے دلیل یا کسی صریح قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے، تو اس آیت کا معنی ''وفات پا چکنا'' کرنے کا کوئی قرینہ موجود نہیں، البتہ قرآن وحدیث، اجماع امت اور علمائے دین کی تصریحات سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا ہے، قرب قیامت آپ کا آسمان سے نزول ہوگا۔

مثال نمبر ۴:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلٰى حِينٍ﴾(البقرة: 36)

''زمین میں تمہارا ٹھکانہ ہے اور تم ایک وقت تک اس سے فائدہ اٹھاؤ گے۔''

اس آیت سے استدلال لینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ انسان کا مستقر تو زمین ہے، وہ آسمان میں کیسے چلا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عمومی مستقر یقیناً زمین ہی ہے، لیکن قرآن وسنت، اجماع امت اور فطرت میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں، جس کے مطابق کوئی انسان آسمان پر جا ہی نہ سکتا ہو، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کروایا گیا، اسی طرح آسمان کی مخلوق زمین پر بھی آسکتی ہے، بلکہ آجاتی ہے، کتنے فرشتے زمین پر آتے رہے اور اب بھی آتے ہیں، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی آسمان پر اٹھا لئے گئے۔

آپ نے زمین پر اپنی زندگی کے کچھ ایام گزار لئے، کچھ واپسی پر گزار لیں گے اور

اپنی طبعی وفات پائیں گے، زمین ان کا مدفن ہوگی۔

دوسری بات یہ کہ عموم کبھی بھی دلیل نہیں بنا کرتا، ہر جگہ استثنا موجود ہوتا ہے۔ اگر یہ قاعدہ موجود ہوتا کہ کوئی انسان آسمان پر نہیں جا سکتا، تب بھی اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا تھا، مگر یہاں تو ایسا کوئی قاعدہ ہی موجود نہیں۔

مثال نمبر ۵:

مولائے کریم کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُونَ، أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَّمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾(النّحل : 20-21)

''لوگ اللہ کے علاوہ جن کو پکارتے ہیں، وہ تو کوئی چیز تخلیق تک نہیں کر سکتے اور وہ خود ایک مخلوق ہیں، مردے ہیں، زندہ نہیں ہیں، حتی کہ شعور تک نہیں رکھتے کہ ان کو کہاں اٹھایا جائے گا۔''

یہ آیت بھی منحرفین کا استدلال ہے، اس کے مطابق اللہ کریم نے اپنے سوا تمام معبودوں کو مردہ قرار دیا ہے، اس نے فرمایا ہے کہ جن کو تم پوجتے ہو، وہ مر چکے ہیں اور عیسائی چونکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو پوجتے ہیں، لہٰذا وہ بھی مر چکے ہیں۔

اس آیت کا پس منظر دیکھئے، تو منحرفین کا استدلال آپ ہی آپ ہوا ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور اس کے مخاطب مشرکین مکہ ہیں، مشرکین مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو، وہ مر چکے، مشرکین مکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو تو نہیں پوجتے تھے، ان کے معبود واقعی مرے ہوئے تھے اور اللہ یہی فرما رہے ہیں کہ مرے ہوؤں کو کیوں پوجتے ہو،

جو شعور تک نہیں رکھتے، اگر اس آیت کو عام لیا جائے، تو بھی عیسیٰ علیہ السلام اس سے مستثنیٰ قرار دیئے جائیں گے، یعنی سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے، تمہارے تمام معبود مر چکے ہیں۔

مثال نمبر ۶:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾

(النّساء : 78)

''تم جہاں کہیں بھی ہو گے، موت تم کو آ جائے گی، بھلے تم مضبوط قلعوں میں چھپ جاؤ۔''

اس آیت میں تمام انسانوں کی موت کی خبر دی گئی ہے اور قائلین وفات نے اپنی عادت کے عین موافق اس سے بھی وفات عیسیٰ علیہ السلام کشید کر لی ہے، اس آیت کا مفہوم صاف ہے، ہر انسان کی موت کی خبر دی گئی ہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے سے کوئی انکار نہیں کرتا، اہل اسلام کا مقدمہ یہ ہے کہ ابھی تک وہ فوت نہیں ہوئے، یہ مقدمہ بالکل نہیں کہ وہ فوت ہوں گے ہی نہیں، اس بات کو سمجھ لینا چاہئے، وہ فوت ہوں گے، مگر آسمان سے نزول کے بعد، زمین ان کا مدفن ہوگی، یہی معنی اس آیت کا ہے کہ جہاں کہیں بھی چلے جاؤ، موت ضرور آئے گی۔

مثال نمبر ۷:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ﴾ .

(الرّوم: 40)

''اللہ نے تمہیں تخلیق کیا، پھر رزق دیا، پھر تمہیں مار دے گا اور پھر زندہ کرے گا۔''

اس آیت کا بھی وہی مضمون ہے، جو پچھلی آیت میں بیان ہو چکا ہے اور یقیناً سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ نے پیدا کیا، اللہ نے ان کو رزق دیا، اللہ ہی ان کو فوت کر دے گا، لیکن ابھی وہ فوت نہیں ہوئے۔ ہو بہو اس آیت کا وہی مطلب ہے، جو ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ﴾ کا ہے، یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نازل ہوئی اور اس میں آپ کو میت کہا گیا، حالانکہ آپ زندہ تھے، معنی یہ تھا کہ آپ پر موت آنے والی ہے اور ہر ذی روح کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام موت سے مستثنیٰ نہیں ہیں، مگر ابھی ان کی زندگی باقی ہے، اپنی زندگی کے دن پورے کر کے ہی فوت ہوں گے۔

مثال نمبر ۸:

سورت الفجر میں اللہ کریم فرماتے ہیں کہ فوت ہو جانے والے شخص کو فرشتے کہیں گے:

﴿يَآأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ، ارْجِعِي إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً، فَادْخُلِي فِي عِبَادِي، وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾(الفجر: 27-30)

''اے مطمئن انسان! اپنے رب کے پاس لوٹ آ، وہ تجھ سے راضی ہے اور تو اس سے راضی ہے، میرے بندوں میں داخل ہو جا، میری جنت میں داخل ہو جا۔''

اس آیت سے قائلین وفات یہ دلیل کشید کرتے ہیں کہ جب تک انسان فوت نہیں ہو جاتا، گزشتہ لوگوں کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا، معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے جن انبیا سے ملاقات کی، ان میں عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں، تبھی تو گزشتہ لوگوں میں شامل ہوئے۔

کس قدر بودا استدلال ہے کہ جب تک انسان فوت نہ ہو جائے، گزشتہ لوگوں کی جماعت میں داخل نہیں ہوسکتا، جبکہ خود نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات اپنی زندگی میں پہلے انبیا سے ملاقات کی، تو کیا نبی کریم ﷺ بھی فوت ہو چکے تھے؟

آپ ﷺ تو معراج کے بعد بھی ایک لمبا عرصہ تک زندہ رہے، لہٰذا یہ کوئی قانون نہیں ہے کہ پہلے فوت شدہ لوگوں سے ملنے کے لئے ایک نبی کا فوت ہونا ضروری ہے، واقعہ معراج اس نظریے کا رد کرتا ہے، نبی کریم ﷺ کی پہلے وفات پا جانے والے انبیا سے ملاقات ہوسکتی ہے، تو آسمان پر موجود زندہ نبی سے تو بالاولی ہوسکتی ہے۔

معراج نبی کریم ﷺ کا معجزہ تھا کہ آپ ﷺ زندہ آسمانوں پر گئے، منکرین نزول اور قائلین وفات کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کی معراج تک کا منکر ہے، لیکن اس آیت میں وہ معراج میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کو تسلیم کر کے، اس کو حقیقت مان رہا ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بقول ان کے، رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوئی ہی نہیں، تو عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات چہ معنی؟ اور ان کا سابقہ لوگوں میں وجود کس بنا پر ثابت ہوا؟ یہ تو منطقی جھول ہے یا معراج کو بھی ماننا چاہئے، نبی کریم ﷺ جنت میں داخل ہوئے، یہ لوگ کل کو یہ بھی کہنا شروع کر دیں گے کہ اس وقت پیغمبر اسلام نبی کریم ﷺ وفات پا چکے تھے، ورنہ ایک زندہ نبی جنت میں کیسے داخل ہوسکتا ہے؟ جنت میں داخلہ کے لئے موت ضروری ہے۔

مثال نمبر ۹:

سورت رحمٰن میں ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾(الرحمٰن : 26)

''اس (زمین) پرموجود ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے۔''

اس آیت میں بھی صرف اتنا بیان ہوا ہے کہ ہر ذی روح کو فنا ہے اور یقیناً ہر چیز کو فنا ہے، مسلمان کسی کو فنا سے مبرا نہیں سمجھتے، ہر ایک کو اس کے وقت مقرر پر موت آ جائے گی، عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے، قیامت کے قریب فوت ہوں گے، بقا کسی کو بھی نہیں ہے۔

﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾(البقرة : 134)

''یہ امت تو گزر چکی ہے، جو انہوں نے کمایا، وہ اُن کے اعمال ہیں اور جو تم نے کمایا، وہ تمہارے اعمال ہیں اور تم سے ان کے اعمال بارے سوال نہ ہوگا۔''

قَدْ خَلَتْ کا معنی قَدْ تَقَدَّمَتْ ہے، یعنی جس طرح یہ امت ہے، اسی طرح اس سے پہلے بھی امتیں ہو گزری ہیں، اس سے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی وفات ثابت نہیں ہوتی، ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو استثنا حاصل ہے۔ یہاں بات تو امتوں کی ہو رہی ہے، اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی ذکر نہیں۔ قرآن مجید، متواتر احادیث اور فہم امت کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے، قیامت کے قریب آپ کا نزول ہوگا، دجال کو قتل کریں گے، یہودیوں پر غلبہ پائیں گے، پھر آپ پر موت آئے گی، مسلمان آپ پر جنازہ پڑھیں گے۔

﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾(المائدة: 75)

''مسیح ابن مریم (علیہما السلام) صرف رسول ہیں، ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں، ان کی ماں سچی (عورت) ہیں، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔''

اس آیت کی تفہیم میں یہ کہنا کہ جب وہ دونوں زندہ تھے، تو کھانا کھایا کرتے تھے، اب اگر آسمانوں پر ہیں، تو کھائے بغیر زندہ کیسے رہ رہے ہیں؟

یہ قرآن کریم کی تحریف ہے، صحیح احادیث اور اجماع امت کی مخالفت ہے۔ اس قسم کے اعتراضات کی علم وعقل میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی، اگر تو آپ یہ کہیں کہ اللہ کسی کو کھائے پیئے بغیر زندہ نہیں رکھ سکتا، تب پھر اس پر اعتراض رکھیں، وگرنہ تو وہ مالک یہ قدرت رکھتا ہے کہ اپنے ولیوں کو تین سو سال تک سلائے رکھے، ان کو جاگ نہ آئے، وہ دنیوی زندگی ہی میں بغیر کھائے پیئے زندہ رہ لیں، اصحاب کہف کا واقعہ قرآن مجید میں بالتفصیل موجود ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں، یہ خبر ہم کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی ہے، اب کیسے زندہ ہیں؟ کھاتے پیتے ہیں یا نہیں کھاتے پیتے، تو یہ فضول اعتراض ہے، بلکہ یہ اعتراض اللہ ورسول پر ہے۔

دوسرے یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا معجزہ ہے اور معجزے کا عقل میں آنا بالکل بھی ضروری نہیں، اس پر ایمان واجب ہے، امت محمدیہ میں آپ کا نزول بھی آپ کی عزت وتکریم ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کئی حوالے سے اللہ کی نشانی ہیں اور آپ کئی انسانوں کے لئے آزمائش بھی ہیں، کتنوں نے آپ سے دشمنی کمار کھی ہے، جیسا کہ یہود نے آپ کی والدہ پر اتہام رکھے، نصاریٰ نے الٰہ اور اللہ کا بیٹا قرار دیا اور کتنوں نے آپ کے متعلق یہ عقیدہ بنالیا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں، دوبارہ نازل نہیں ہوں گے، وغیرہ وغیرہ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ﴾

(الصفّ : 14)

''ہم نے مؤمنین کی دشمنوں کے خلاف مدد کی، تو مؤمن غالب آ گئے۔''

اہل ایمان عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی ہیں، جو کچھ قرآن وحدیث اور امت کے اجماع سے آپ کے متعلق ثابت ہے، اسے جزو ایمان سمجھتے ہیں، اور آخری زمانہ میں آپ کی معیت میں یہود سے قتال کریں گے، آپ کے دشمنوں پر ہر اعتبار سے غالب آ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ نقل کرتے ہیں:

﴿وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا﴾

(مریم : 33)

''مجھ پر یوم ولادت، یوم وفات اور دوبارہ زندہ کیے جانے والے دن سلامتی ہے۔''

اس آیت سے وفات عیسیٰ پر ثبوت کیسے؟ اس میں تو اتنا ہے کہ میرے یوم ولادت و وفات اور قبر سے اٹھایا سلامتی پر مبنی ہے۔ ہاں آپ قیامت کے قریب فوت ہوں گے، آپ کا مدفن بنے گا، اب آسمان پر زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرتا سر مبارک بنایا ہے۔

﴿وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ﴾ (مریم :31)

''میں جہاں بھی ہوں، اللہ نے مجھے بابرکت بنا دیا ہے۔''

مذکورہ بحث میں ہم نو مثالیں ذو معنی کلام کو دلیل بنانے کی دی ہیں، ان سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ قائلین وفات کے دلائل کس قدر بودے اور منطقی قدروں کے مخالف ہیں، اس کے بعد ضعیف اور موضوع روایات کو دلیل بنانے کی مثال ملاحظہ کیجئے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خبر دی:

إِنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَاشَ عِشْرِينَ وَمِائَةَ سَنَةٍ وَلَا أُرَانِي إِلَّا ذَاهِبًا عَلٰى رَأْسِ السِّتِّين .

''سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ایک سو بیس برس زندہ رہے اور میں تقریباً ساٹھ برس کی عمر میں وفات پا جاؤں گا۔''

(المعجم الكبير للطّبراني :1031، دلائل النّبوة للبيهقي : 156/7)

یہ روایت منکر ہے، اس کا راوی محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان اگرچہ حسن الحدیث ہے، لیکن اس کی بعض روایات کے بارے میں محدثین کا کہنا ہے کہ

لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا . ''ان کی متابعت نہیں کی گئی۔''

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدَهٗ عَجَائِبُ . ''اس کی کچھ روایات عجائب (منکر) ہیں۔''

(التّاريخ الكبير :138/1

اس روایت پر بھی متابعت نہیں ہوئی، اس کی بعض منکر روایات بھی ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

(الكُنٰى :487/1)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(مَجمع الزوائد : 23/9)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''غریب'' کہا ہے۔

(البِداية والنّهاية : 516/2)

نیز اس کے متن میں واضح نکارت ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُوشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ أَنْ يَرٰى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ إِمَامًا حَكَمًا، فَتُوضَعُ الْجِزْيَةُ، وَيُكْسَرُ الصَّلِيبُ، وَيُقْتَلُ الْخِنْزِيرُ، وَتَضَعُ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا .

''تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا، وہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو امام و حاکم دیکھے گا، (اس وقت) جزیہ ختم کر دیا جائے گا، صلیب توڑ دی جائے گی، خنزیر کو قتل کیا جائے گا اور جنگ ہمیشہ کے لیے موقوف ہو جائے گی۔''

(المعجم الأوسط : 1309، المعجم الصّغير للطّبراني : 84، وسندهٗ حسنٌ)